



# آں اَمْنُ النَّاسِ بِرِمولائے ما

مفتی منیب الرحمن

اس کالم کا عنوان علامہ اقبال کی اس فارسی نظم کے ایک شعر کا پہلا مصرعہ ہے، اس نظم کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

مَنْ شَے صَدِیقِ را دِیدم بَخواب	گل ز خاک راہ اُو چیدم بَخواب
آں اَمْنُ النَّاسِ بِرِمولائے ما	آں کھِیے اَوّلِ سینائے ما
ہمت اُو کَشِتِ مَلّتِ را چو ابر	جانی اسلام و غار و بدر و قبر
گفتش اے خاصّہ خاصانِ عشق	عشق تو بَرّے مُطَلَعِ دیوانِ عشق
پختہ از دستِ اساسِ کارِ ما	چارہ فرمائے آزارِ ما

ترجمہ: ”ایک رات میں نے خواب میں حضرت ابو بکر صدیق کو دیکھا، آپ کی خاک راہ سے میں نے عالم خواب میں چند پھول چنے۔ وہ صدیق جو ہمارے آقا و مولا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے اور ہمارے ”طور سینا“ یعنی نبی کریم ﷺ کے پہلے کلیم اور ہمراز ہیں۔ اُن کی عزیمت کَشِتِ مَلّتِ کے لیے ابرِ رحمت کی طرح ہے، وہ اسلام، غار ثور، غزوہ بدر اور روضہ انور میں آپ ﷺ کے ثانی ہیں۔ الغرض وہ نبوت کے تیس سالہ دور میں اور بعد از وصال آپ کے رفیق ہیں۔ میں نے اُن سے عرض کی: اے عشقِ نبوت کے سرخیلوں کے تاجدار! دیوانِ عشق کا عنوان اور اُس کا سر بستہ راز آپ ہی تو ہیں۔ آپ ہی کے دستِ مبارک سے تاجدارِ نبوت ﷺ کے وصالِ مبارک کے بعد ”خلافت علیٰ منہاج النبوۃ“ کی بنیاد پڑی، آج امت ایک بار پھر مصیبت میں مبتلا ہے، اس مشکل میں آپ سے رہنمائی درکار ہے۔“ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو جواب علامہ اقبال نے اپنی دانش کے مطابق اشعار میں رقم کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

”حرص و ہوس کو چھوڑو اور سورۃ اخلاص سے توحید کی آب و تاب کو حاصل کرو۔ یہ جو ہزاروں سینوں میں ایک ہی سانس رواں دواں ہے، یہ توحید کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ اے اہل ایمان! توحید کے سانچے میں ڈھل کر سب اُسی کے رنگ میں رنگ جاؤ اور اُس کا عکس بن جاؤ۔ وہ ذات جس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، وہ تمہیں وحدتِ مَلّت کی لڑی میں پروئے ہوئے دیکھنا چاہتی ہے اور تو ترک و افغان کہلانا پسند کرتا ہے، یعنی تم نے قومیتوں، اوطان اور قبیلوں میں بٹ کر اپنی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ ایک بار پھر توحید کو اپنی اساس اور پہچان بناؤ اور قبائل یا اقوام میں منقسم ہو کر اپنی وحدت کو پارہ پارہ نہ کرو۔ اے مسلم! تو نے اپنے آپ کو سومتوں میں منقسم کر کے خود



ہی اپنی وحدت پر شب خون مارا۔ سو ایک بار پھر اپنے گمشدہ عقیدہ توحید میں ڈھل کر ایک ہو جاؤ، ایمان کی لذت عمل سے بڑھتی ہے اور بے عمل کا ایمان مردہ ہو جاتا ہے۔“

علامہ اقبال نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے وہی بات کہی، جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے: ”(تم اُن سے کہو): ہم نے خود کو اللہ کے رنگ میں رنگ لیا ہے اور اللہ کے رنگ سے بہتر اور کس کا رنگ ہوگا اور ہم اُسی کی عبادت کرتے ہیں، (بقرہ: 138)۔“ اسی مفہوم کو مولانا عبدالرحمن جامی نے اپنے شعر میں منظوم کیا ہے:

بندۂ عشق خُدی، ترکِ نسب گن جامی کہ دریں راہ، فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

ترجمہ: ”ہمارے عشق میں ڈھل جاؤ اور نسب پر اترانا چھوڑ دو، کیونکہ راہِ عشق میں نسب نہیں پوچھا جاتا، مقصد سے لگن اور ایثار کی اصل اہمیت ہوتی ہے۔“ مولانا جامی کی عشق سے مراد یہ ہے کہ راہِ حق میں نفع و نقصان کو نہیں دیکھا جاتا، بلکہ مقصد اور نظریے سے غیر مشروط وابستگی اصل متاع ہوتی ہے۔ اسی مفہوم کو علامہ اقبال نے اپنے اردو شعر میں بیان کیا ہے:

عقل عیار ہے، سو بھیس بدل لیتی ہے عشق بے چارہ نہ ملّا نہ زاہد نہ حکیم

علامہ اقبال کے جس مصرعے کو ہم نے کالم کا عنوان بنایا ہے، وہ اس حدیث مبارک سے ماخوذ ہے:

”ابوسعید خُدّری بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: تمام لوگوں میں سے اپنی رفاقت اور مال کے ذریعے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر ہیں، (بخاری: 3624)۔“ ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ہم پر جس کا بھی کوئی احسان ہے اُس کا صلہ ہم نے عطا کر دیا، سوائے ابوبکر کے، کیونکہ اُن کے ہم پر اتنے احسانات ہیں جن کا صلہ اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن عطا فرمائے گا اور مجھے (یعنی دین اسلام کو) کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہنچایا، جتنا کہ ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے، (سنن ترمذی: 3661)۔“

ان احادیث مبارکہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام اور نبی کریم ﷺ پر احسانات کا بیان ظاہری صورت کے اعتبار سے ہے اور نبی کریم ﷺ کا یہ شعار تھا کہ آپ اپنے جانثاروں کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے، تاکہ دوسروں میں اُن کی تقلید اور پیروی کا جذبہ پیدا ہو، ورنہ حقیقتِ حال کے اعتبار سے ہر مسلمان نبی کریم ﷺ اور اسلام کا ممنون (Much Obligated) ہے، کیونکہ ایمان اور اسلام سے ہر ترکی نعت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اُعراب نے کہا: ہم ایمان لائے، آپ کہیے: (درحقیقت) تم ایمان نہیں لائے، ہاں یوں کہو: ہم نے اطاعت کی اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو گے، تو اللہ تمہارے (نیک) اعمال میں کوئی کمی نہیں کرے گا، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (درحقیقت) ایمان لانے والے تو صرف وہی ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انہوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، (دعوائے ایمان میں) وہی سچے ہیں۔ آپ کہیے: کیا تم اللہ کو اپنے دین کی خبر دے رہے ہو؟، حالانکہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے، اللہ اُسے جانتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ (اے رسول مکرم!) یہ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے، آپ کہیے: مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتاؤ، بلکہ اللہ تم پر احسان فرماتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان لانے کی ہدایت دی، اگر تم سچے ہو، (الحجرات: 17-14)۔“



اور ذات رسالت مآب ﷺ جملہ اہل ایمان سمیت پوری کائنات کے لیے اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جملہ انعامات میں سے یہ واحد نعمت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر تاکیدات کے ساتھ احسان جتایا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو بے شمار ہیں اور اُن کا احاطہ کرنا انسان کے بس میں نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو انہیں شمار نہیں کر پاؤ گے، (ابراہیم: 34)“۔ شیخ سعدی شیرازی نے کہا: ”سانس اللہ کی بیش بہا نعمت ہے، ہر وہ سانس جو انسانی وجود کے اندر آتی ہے، اُس سے انسان کی حیات ایک سانس کی مقدار دراز ہو جاتی ہے، ورنہ انسان کی موت واقع ہو جائے اور ہر وہ سانس جو باہر آتی ہے، فرحت و انبساط کا باعث بنتی ہے، ورنہ دم گھٹنے سے انسان کی موت واقع ہو جائے۔“

قرآن مجید نے بعض کلمات ظاہری صورت کے اعتبار سے بیان فرمائے ہیں، لیکن درحقیقت اُن کے مرادی معنی ہی کا اعتبار ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور برائی کا بدلہ اُس جیسی برائی ہے، پس جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کر لی تو اُس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے، (الشوری: 40)“۔ ظاہر ہے برائی کے بدلے پر برائی کا اطلاق ظاہری صورت کے اعتبار سے کیا گیا ہے، جیسے ایک شخص نے دوسرے شخص کا ہاتھ کاٹا اور قصاص میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، اب عمل کی ظاہری صورت یکساں ہے، لیکن حقیقت کے اعتبار سے پہلے شخص کا دوسرے کا ہاتھ کاٹنا ظلم ہے اور قصاص میں ظالم کے ہاتھ کاٹنا جانا عین عدل ہے، جو شریعت کو مطلوب ہے، کیونکہ اُس کی بنا پر معاشرے میں عدل قائم ہوتا ہے اور لوگوں کو جان و مال اور آبرو کا تحفظ ملتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قصاص کا حکم تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور اُس کے بعد فرمایا: ”اور اے عقل مند لوگو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے تاکہ تم (قتل ناحق) سے بچو، (البقرہ: 179)“۔ اسی طرح فرمایا: ”سو جو شخص تم پر زیادتی کرے، تو تم بھی اُس پر اتنی ہی زیادتی کرو، جتنی اُس نے تم پر کی ہے اور (بدلہ لیتے وقت) اللہ سے ڈرتے رہو، (البقرہ: 194)“۔

جہاں اسلام نے قصاص کی اجازت دی ہے اور عدل کرنے کا حکم دیا ہے، وہاں اس بات کی شدت کے ساتھ تاکید کی ہے کہ قصاص لینے میں بھی عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ جو دین اس حد تک نرمی کی تعلیم دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے جو حلال جانور اتباع سنت میں اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جا رہا ہے، اُس کے ذبح کرنے میں بھی اذیت و آزار سے بچا جائے اور اُسے تیز چھری سے ذبح کیا جائے تاکہ اس کی تکلیف کم سے کم ہو۔

علامہ اقبال نے عقیدہ توحید پر جو اتنا زور دیا ہے، اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ اسلام کے دیگر عقائد غیر اہم ہیں، ہر عقیدہ اپنی جگہ اسلام کی اساس ہے اور کسی ایک کے انکار سے انسان ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔ علامہ اقبال کی مراد یہ ہے کہ عقیدہ توحید کو اُس کے تمام لوازمات کے ساتھ تسلیم کیا جائے، جیسا کہ ایمان کُھل میں ہے: ”میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ اپنی ذات و صفات میں ہے اور میں نے اُس کے تمام احکام کو قبول کیا اور میں زبان سے اس کا اقرار کرتا ہوں اور دل سے تصدیق کرتا ہوں“، پس اللہ تعالیٰ کے احکام میں تمام عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاقیات شامل ہیں۔